کی، عرض کیا "درویشوں کی جوتیاں سیدھی کرنے آیا ہوں" یہ جواب سن کر حضرت سلطان المشائخ نے ان کی جانب خاص توجہ فرمائی اور ان کی طلبِ صادق کو محسوس فرمایا، اسی کے ساتھ فرمایا جب میں اپنے مرشد کی خدمت میں رہتا تھا تو اجودھن میں میرے ایک ہم سبق نے میرے پھٹے کپڑے دیکھکر کہا، تمھارا یہ کیا حال ہے؟ اگر اس شہر میں لڑکوں ہی کو پڑھایا کرتے تو بھی تمھیں فارغ البالی میسر ہو جاتی، میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے دیکھکر فرمایا، نظام الدین! اگر تمھارا کوئی دوست تمھارا یہ حال دیکھکر تم سے پوچھے کہ آخر یہ کیا حالت ہے؟ تو اس کا کیا جواب دوگے، میں نے عرض کیا جو ارشاد ہو، فرمایا یہ شعر جواب میں پڑھ دینا۔

نہ ہمرہی تو مرا راہِ خویش گیر و برو — ترا سعادتے بادا مرا نگوں ساری

اس کے بعد ایک خوان طلب فرمایا اور مجھ سے کہا کہ اس کو سر پر رکھکر جہاں تمھارا دوست ہے وہاں لے جاؤ۔ میں نے ایسا ہی کیا، دوست نے میرا یہ حال دیکھکر کہا، "تمھیں یہ صحبت اور یہ حال مبارک ہو" حضرت روشن چراغ نے یہ واقعہ اپنے مرشد سے سنا تو قلب میں عشقِ الٰہی کی آگ شعلہ زن ہونے کے ساتھ مرشد کی محبت بھی پیوست ہو گئی۔ اور دل و جان سے شب و روز مرشد کی خدمت کرتے رہے، حضرت شیخ نصیر الدین کو اپنے مرشد سے جو والہانہ تعلق تھا اس کا ایک یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت محبوب الٰہیؒ کی خانقاہ میں خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید خواجہ محمد گازرونی آکر مقیم ہوئے، وہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھے تو جماعت خانے میں کپڑے رکھ کر وضو کرنے چلے گئے، واپس آئے تو کپڑے غائب تھے، ان کی تلاش میں شور کرنے لگے، حضرت شیخ نصیر الدین محمود خانقاہ کے ایک گوشے میں ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ انھیں خیال ہوا کہ اس شور و غوغا سے مرشد کی عبادت میں خلل آئے گا، فوراً خواجہ محمد گازرونی کے پاس پہونچے اور اپنے کپڑے اتار کر ان کو دیدئے، صبح کو جب یہ واقعہ حضرت محبوب الٰہیؒ کو معلوم ہوا تو حضرت روشن چراغ کو بالاخانے پر طلب کر کے اپنی خاص پوشاک مرحمت فرمائی اور ان کے لئے دعائے خیر و برکت کی، کچھ دنوں مرشد کی خدمت میں رہنے کے بعد والدہ ماجدہ کے پاس چلے گئے، لیکن یہاں لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے یادِ الٰہی میں سکونِ خاطر میسر نہ آیا اس لئے امیر خسرو کے واسطے

سے مرشد سے درخواست کی کہ ان کو جنگل کی تنہائی میں عبادت کرنے کی اجازت دی جائے، حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا، "نصیر سے کہدو کہ عام لوگوں میں رہو اور مخلوق کی جفاؤں اور ظلم و زیادتی کو برداشت کرو، اس ایثار کا بدلہ ملے گا" چنانچہ آخر دم تک پیر و مرشد کے اس فرمان پر عمل پیرا رہے۔ کوئی جفا اور تعفا ایسی نہ تھی جس سے انھیں واسطہ نہ پڑا ہو۔ لیکن ان کی زبان پر کبھی کوئی حرف شکایت نہیں آیا۔

حضرت چراغ دہلی کو ارشاد و اصلاحِ خلق کا کام انتہائی نامساعد حالات میں کرنا پڑا۔ دہلی اب علاء الدین خلجی کی دہلی نہ رہی تھی اب یہ شہر ایک مطلق العنان بادشاہ کے بدلتے ہوئے افکار و تصورات کا بازیچہ بنا ہوا تھا ایسے بحرانی دور میں ایک مرکزی روحانی نظام کو چلانے کے لئے زبردست فکری اور عملی صلاحیتیں درکار تھیں۔ روشن چراغ ایک مضبوط و مستحکم چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے اور صبر و ہمت سے کام کرتے رہے۔ بادِ مخالف کے تیز و تند جھونکے بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہیں کرسکے، وقت کے اقتدارِ اعلیٰ سلطان محمد تغلق نے انھیں طرح طرح سے پریشان کیا، لیکن انھوں نے اپنے مرشد کے حکم سے سرمو انحراف نہیں کیا اور شب و روز اصلاح و تربیت اور خدمتِ خلق کے کام میں لگے رہے۔

حضرت روشن چراغ دردمندیِ خلق اور مہر و محبت کی نورانی تصویر تھے، ان کے کردار و اخلاق کی عظمت کا اندازہ کرنے کے لئے صرف ایک ہی واقعہ کافی ہے۔ "خیر المجالس" جو حضرتؒ کے ملفوظات و فرمودات کا نہایت مستند مجموعہ ہے اس کے تکملہ میں درج ہے کہ ایک روز ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد جماعت خانہ سے حجرۂ خاص میں تشریف لے گئے، حضرت کے یہاں کوئی دربان نہیں رہتا تھا، آپ کے خادم خاص ان کے بھانجے شیخ زین الدین علی تھے، وہ بھی کبھی خلوت میں موجود ہوتے تھے کبھی نہ ہوتے تھے، شیخ مشغولی اور مراقبے کی حالت میں تھے کہ دفعتاً ایک بے باک قلندر جس کا نام تراب تھا، خلوت میں آپہونچا اس کے پاس ایک چاقو تھا، اس نے شیخ پر چاقو سے وار کرنے شروع کر دیئے، شیخ کے جسمِ مبارک پر اس نے گیارہ وار کئے، حضرت استغراق کی حالت میں تھے مطلقاً پہلو نہیں کیا، وہاں ایک نالی تھی جس سے خونِ مبارک باہر نکلنا شروع ہوگیا بعض مریدوں نے دیکھا تو اندر آئے، کیا دیکھتے ہیں کہ قلندر

چاقو کے مسلسل وار کر رہا ہے اور حضرت جُنبش تک نہیں کرتے، ارادت مندوں نے چاہا کہ اس بدبخت کو سخت ایذا پہونچائیں مگر حضرت نے گوارا نہ کیا اور قلندر کو نہ چھوڑا کہ ایسا نہ ہو اس کو کوئی کسی طرح کی تکلیف پہونچائے۔ عبدالمقتدر تھانیسری کہ مریدانِ خاص میں تھے اور شیخ صدر الدین طبیب اور خادم خاص زین الدین علی کو اپنے پاس بلایا اور قسم دی کہ کوئی شخص قلندر کو ضرر نہ پہونچائے، اس کو خاص انعام دیا اور فرمایا شاید چاقو مارنے میں اس کے ہات کو تکلیف پہونچی ہو۔ سبحان اللہ اہلِ بصیرت کو ان کے حسن سیرت اعلیٰ کردار کا اندازہ ہونا چاہئے کہ زندگی میں تسلیم و رضا کا کتنا اعلیٰ مقام اور درجہ رکھتے تھے۔
اس حادثے کے تین سال بعد ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ مطابق ۱۳۵۶ء کو حضرت روشن چراغؒ نے نے وصال فرمایا۔ ان کا وصال درحقیقت چشتیہ سلسلے کے دورِ اول کا خاتمہ تھا اور اس کی تاریخ کا وہ دور جو خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے شروع ہوا تھا اپنی غیر معمولی خصوصیات کے ساتھ ختم ہو گیا۔

تاریخ کا یہ عجیب واقعہ ہے کہ جس وقت چشتیہ سلسلے کا دورِ اول ختم ہوا اسی وقت سلطنت دہلی نے بھی دم توڑا اگر ایک طرف حضرت چراغ دہلی کے وصال کے بعد سلسلۂ چشتیہ کا مرکزی نظام ختم ہو گیا تو دوسری طرف فیروز شاہ کے انتقال ۱۳۸۸ء کے بعد سلطنت دہلی کی مرکزی حیثیت بھی فنا ہو گئی، صوبوں میں خود مختار حکومتیں قائم ہو گئیں اور دہلی کی امتیازی شان جاتی رہی۔ حضرت روشن چراغؒ کے ملفوظات و ارشادات کے مجموعے "خیر المجالس" کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے اور جو نہایت قابل توجہ ہے کہ اس میں اس وقت کے حالات کا جائزہ امیروں کے نقطۂ نظر سے نہیں، غریبوں کے زاویۂ نگاہ سے لیا گیا ہے، اس دور میں مشترکہ تہذیب کی داغ بیل جس طرح پڑی اور سماج کے جن حلقوں سے اس کو تقویت پہونچی اس کی تفصیل بھی ان ملفوظات میں ملتی ہے۔ اس زمانہ میں ہندوستان میں اگر کوئی جگہ ایسی تھی جہاں سماج کے ہر طبقے اور ہر مذہب کے لوگ بلا جھجک اور بے روک ٹوک جمع ہو سکتے تھے تو وہ انھیں صوفیائے کرام کی خانقاہیں تھیں، ان بزرگوں نے سماج کے صحت مند عناصر کو ابھارنے اور اخلاقی قدروں کی فضیلت و اہمیت دل نشین کرنے کے لئے جو جدوجہد کی تھی اس کی پوری تفصیل فوائد الفواد، اور خیر المجالس وغیرہ ملفوظات میں ملتی ہے۔

احترام انسانیت کی تلقین، اخوت و مساوات کی تعلیم، خدمت خلق کے لئے ایک جذبۂ بے تاب۔ ذخیرہ اندوزی کی مذمت، اور اسی طرح کی دوسری تعلیمات سے ان ملفوظات کے صفحات مزین ہیں۔ آخر میں یہ بھی سنتے جائیے کہ حضرت شاہ نصیر الدین کا لقب، چراغ دہلی کیوں ہوا۔ تاریخوں میں مذکور ہے کہ رفتہ رفتہ حضرت خواجہ نصیر الدین کی اصلاح وتربیت اور رشد وہدایت کی شہرت دور دور پھیل گئی۔ جب حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاریؒ مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں کے شیخ امام عبد اللہ یافعی سے ایک عرصہ تک تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے، ایک موقع پر شیخ مکہ نے حضرت جلال الدین سے فرمایا اگرچہ شہر دہلی کے بڑے بڑے مشائخ اٹھ گئے پھر بھی ان کی برکات کا اثر شیخ نصیر الدین محمود میں موجود ہے، ان کی ذات بابرکات نہایت مغتنم ہے وہ "چراغ دہلی" ہیں، حضرت سید جلال الدین بخاری نے یہ سنا تو ان کو حضرت شاہ نصیر الدین سے ملنے کا اشتیاق ہوا وہ مکہ معظمہ سے آئے اور حضرت کی قدم بوسی کر کے شیخ مکہ نے جو کچھ کہا تھا اس کو بیان کیا، اس کے بعد سے حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کا لقب چراغ دہلی ہو گیا۔ عام لوگوں میں اس کے متعلق ایک اور روایت بھی مشہور چلی آرہی ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں باؤلی کی تعمیر کی نگرانی کا کام سنبھالا تو اس کی تمام ذمہ داریاں مثلاً معماروں اور مزدوروں کی فراہمی، ان پر کام تقسیم کرنا اور ان سے کام لینا بھی شامل تھا، سلطان محمد تغلق بادشاہ کو چونکہ آپ سے خلش تھی، اس نے اہل کاروں کی معرفت خاص حکمت عملی سے کام میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی اور مختلف تعمیری منصوبوں کے تحت تمام معماروں اور مزدوروں کو شاہی تعمیرات پر کام کرنے کے لئے متعین کر دیا، ادھر شاہ نصیر الدین کے ساتھ عوام کے جوش عقیدت کا یہ عالم تھا کہ تمام کاریگروں نے اپنے اوپر محنت شاقہ برداشت کی اور شیخ سے عرض کیا کہ ہم سب رات میں کام کر کے باؤلی کی تعمیر مکمل کریں گے، چنانچہ رات میں تعمیر کا کام شروع ہو گیا، شہنشاہ وقت کو یہ خبر ہوئی تو اس کی پیشانی پر ناگواری کی شکنیں پڑ گئیں اور دوکانداروں کو اس پر آمادہ کر دیا گیا کہ تیل کی فروخت بند کر دیں، مزدور اور معمار معمول کے مطابق کام پر آئے لیکن اندھیرے کی وجہ سے کام شروع نہیں کر سکے، اس کی خبر حضرت سلطان نظام الدین کو ہوئی تو آپ نے شیخ نصیر الدین کو کہلا بھیجا کہ چراغوں میں پانی بھر کر جلائیں، چراغوں میں پانی بھر گیا اور حضرت شیخ نصیر الدینؒ کے جلانے پر تمام چراغ روشن ہو گئے اس واقعہ کے بعد سے آپ "روشن چراغ" مشہور ہو گئے۔ ...